پروفیسر حافظ امان اللہ ۔ شعبۂ اسلامیات پشاور یونیورسٹی

قرآن مجید اور دعوتِ دین

قرآن پاک نے سورۂ آل عمران میں امت مسلمہ کو دعوت الی الخیر اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا ایک ساتھ حکم دیا ہے یہ دو الگ الگ حکم نہیں ہیں۔ بلکہ دوسرا حکم پہلے حکم کی تشریح ہے۔ دعوت الی الخیر کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کو خدا کے پورے دین اور اس کی پوری شریعت کی طرف دعوت دی جائے۔ مفسرین نے کہا ہے کہ اسی بات کو مثبت اور منفی دونوں پہلوؤں سے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی اصطلاح میں بیان کیا گیا ہے۔

امام رازی فرماتے ہیں:۔

الدعوۃ الی الخیر جنس تحتہ نوعان احدھما الترغیب فی فعل ماینبغی وھو الامر بالمعروف. والثانی الترغیب فی ترک مالا ینبغی وھو النھی عن المنکر (تفسیر کبیر ج ۸، ص ۱۷۸)	دعوت الی الخیر ایک جنس ہے اس کی دو نوع ہیں ایک یہ کہ ان کاموں کے کرنے کی ترغیب دی جائے جو مطلوب ہیں اسی کا نام امر بالمعروف ہے۔ دوسری یہ کہ ان چیزوں کو چھوڑنے کی ترغیب دی جائے جو نا مطلوب ہیں اس کو نہی عن المنکر کہا جاتا ہے۔

نظام الدین حسن نیشاپوری لکھتے ہیں:۔

فلاجرم اتبعہ المنوعین زیادۃ فی البیان	یہ یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دعوت الی الخیر کے بعد دونوں قسموں (یعنی امر بالمعروف ونہی عن المنکر)

کا ذکر مزید وضاحت کے لئے کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دعوت الی الخیر اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر دونوں حکموں کا منشا یہ ہے کہ دنیا کو خدا کے دین کی طرف بلایا جائے اور اسے بتمام وکمال غالب وسربلند کرنے کی کوشش کی جائے۔ معروف و منکر کی وضاحت کرتے ہوئے امام رازی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:۔

راس المعروف الایمان باللہ وراس المنکر الکفر باللہ۔ معروف کی اصل اللہ تعالیٰ پر ایمان ہے اور جس چیز سے

اللہ نے منع کیا ہے وہ منکر ہے۔

علامہ سید محمود آلوسی لکھتے ہیں:۔

"المتبادر من المعروف الطاعات ومن المنکر المعاصی التی انکرھا الشرع"

(روح المعانی جلد ۴ ص ۲۸)

بظاہر معروف میں تمام اطاعتیں شامل ہیں اور منکر سے وہ سب معصیتیں مراد ہیں جن سے شریعت نے منع کیا ہے اہل علم کی تحقیقات کی روشنی میں یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ معروف و منکر اخلاقی اصطلاحات نہیں ہیں بلکہ شرعی اصطلاحات ہیں اور یہ ان مطالبات کی ایک جامع تعبیر ہے جو خدا کا دین اور اس کی شریعت ہم سے کرتے ہیں۔ خدا کا دین جن عقائد و افکار کا، جن اصول عبادات کا، جن اخلاق و معاملات کا اور جن تمدن و سیاست کا ہمیں حکم دیتا ہے وہ سب معروفات ہیں اور جن غلط نظریات سے، عبادات کے جن طریقوں سے، اخلاق کے جن اصولوں سے اور جن قوانین تمدن و سیاست سے منع کرتا ہے وہ سب کی سب منکرات ہیں۔ ان ہی کے امر و نہی کا امت مسلمہ کو حکم دیا گیا ہے۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس	تم بہترین امت ہو جسے لوگوں کے لئے نکالا
تأمرون بالمعروف وتنہون عن	گیا ہے، تم معروف کا حکم دیتے ہو اور منکر
المنکر وتومنون باللہ ٥	سے منع کرتے ہو اور خدا پر ایمان رکھتے ہو۔

آیت کا انداز بیان صاف بتا رہا ہے کہ یہ امت بحیثیت امت لوگوں کے لئے نکالی گئی ہے اور اس لئے نکالی گئی ہے کہ لوگوں کو معروف کا حکم دے اور منکر سے روکے وہ خود بخود وجود میں نہیں آئی ہے بلکہ انسانوں کی اصلاح و ہدایت کے متعین مقصد کے لئے برپا کی گئی ہے اور ایک بڑا کام اسے انجام دینا ہے وہ یہ کہ دنیا کو خدا کی راہ دکھائے اور دین حق کی دعوت دے۔ ہر گز وہ اپنا مقصد حیات متعین کرنے میں اور ہر جماعت اپنی راہ تلاش کرنے میں آزاد ہے۔ لیکن خیر امت اس گروہ کا نام ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری پیغمبر مان کر اپنے اس اختیار سے دست کش ہو چکا ہے اور خدا کے دئے ہوئے نصب العین کو بے چون وچرا تسلیم کر چکا ہے اس لئے اسے یہ حق نہیں پہنچتا کہ خود سے کوئی راہ متعین کرے اور اس پر دوڑ شروع کر دے جس روز امت مسلمہ اس جرم کا ارتکاب کرے گی وہ خیر امت کے مقام پر باقی نہیں رہ سکتی۔ اس لئے ساری دنیا میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا حکم ملا ہے اور اس حکم کو بجا لانا اس کی زندگی کا مقصد ہے۔ وہ خدا کی طرف سے ایک ڈیوٹی پر لگائی گئی ہے اور اس کی کامیابی و ناکامی کا فیصلہ کل قیامت میں اسی بنیاد پر ہونے والا ہے کہ اس نے ڈیوٹی کو انجام دیا یا نہیں۔

یہاں میں ایک اور نکتے کی وضاحت کرنا مناسب سمجھتا ہوں اور یہ کہ امت مسلمہ کو دعوت و تبلیغ اور

اصلاح وتربیت دونوں ہی کام کرنے ہیں یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فرض اپنے دائرے کے باہر بھی انجام دینا ہے اور اندر بھی ۔ جو کام وہ اپنے دائرے سے باہر کرے گی اسے ہم دعوت وتبلیغ کہیں گے اور جو کام اپنے دائرے کے اندر کرے گی اسے اصلاح وتربیت کہا جا سکتا ہے، اور یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ یہ امت جس طرح دعوت وتبلیغ سے غافل نہیں ہو سکتی اسی طرح اپنی اندرونی اصلاح وتربیت کو بھی ایک لمحہ کے لئے نظر انداز نہیں کر سکتی ۔ بلکہ جو کام وہ اپنے اوپر سے باہر کرے گی ۔ اسے اپنے دائرے کے اندر پہلے کرنا ضروری ہے اگر وہ اپنے اوپر معروف کو قائم نہ کرے اور اپنے آپ کو منکر سے نہ روکے تو دوسروں کو صحیح معنوں میں نہ معروف کا حکم دے سکتی ہے اور نہ منکر سے روک سکتی ہے اور یہ دونوں ہی قسم کے کام آیت کی مفہوم میں شامل ہیں ۔

امت مسلمہ کی موجودہ حالت پر اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ وہ اصلاح وتربیت کی محتاج تو ہے ہی ساتھ ہی کسی نہ کسی حد تک دعوت وتبلیغ کی بھی محتاج ہے ۔ کیونکہ وہ اس وقت عملاً دو طبقوں میں بٹ گئی ہے ایک طبقہ امت کی اس اکثریت پر مشتمل ہے جو خدا، رسول اور آخرت پر یقین رکھتی ہے اور قرآن وحدیث کو اپنا مشعل راہ سمجھتی ہے ۔ لیکن ساتھ ہی بہت سی فکری وعملی خامیوں میں مبتلا ہے اس لئے وہ اس بات کی محتاج نہیں ہے کہ اس کو دین قبول کرنے کی دعوت دی جائے بلکہ وہ صرف اصلاح کی محتاج ہے ۔

دوسرا طبقہ امت کے ان افراد کا ہے جن کا خدا کے دین پر ایمان تو شاید ابھی ختم نہیں ہوا ہے لیکن ان کے ذہنوں میں اس کی بنیادیں ہل ضرور گئی ہیں ۔ ان کو اس امت سے جوڑنے والی چیز خدا کی کتاب اور اس کے رسولؐ کی سنت نہیں ہے ۔ بلکہ وہ سماجی اور نسلی تعلقات ہیں جو کسی گروہ کے ساتھ رہنے کے نتیجے میں فطری طور پر پیدا ہو جاتے ہیں یہ تعلقات اگر نہ ہوتے تو شاید دین وامت سے ان کا کوئی رشتہ باقی نہ رہتا ۔

اس سے بھی آگے امت میں ایسے لوگ بھی ہیں جو نہ صرف اس دین سے اختلاف رکھتے ہیں بلکہ علانیہ اس کا مذاق اڑانے میں بھی جھجھک محسوس نہیں کرتے ۔ ظاہر ہے یہ سب لوگ دعوت دین کے اسی طرح محتاج ہیں جس طرح امت سے باہر لوگ اس کے حاجت مند ہیں ۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی اصطلاح میں امر ونہی کے الفاظ سے بعض اوقات یہ شبہ ہوتا ہے کہ شاید یہ دعوت وتبلیغ کا کام نہیں ہے ۔ بلکہ اس کے لئے اقتدار اور حکومت کی ضرورت ہے ۔ لیکن میں نے شروع میں اس اصطلاح کے بارے میں جو کچھ بیان کیا ہے اس سے خود بخود اس شبہ کی تردید ہو جاتی ہے ۔ کیونکہ اہل علم کے جو خیالات پیش کئے گئے ہیں ان سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں دین کی دعوت وتبلیغ بھی شامل ہے یہاں میں مزید ایک دو تصریحات نقل کرنا چاہتا ہوں ۔

قرآن پاک نے خیر امت کا امتیازی وصف یہ بیان کیا ہے کہ وہ معروف کا حکم دیتی ہے اور منکر سے روکتی ہے ۔

اس کی تشریح علامہ ابن جریر طبری فرماتے ہیں :-

قوله تامرون بالمعروف فانه يعنى تامرون بالايمان بالله ورسوله والعمل بشرايعه بشرائعه الله. وتنهون عن المنكر يعنى وتنهون عن الشرك بالله وتكذيب رسوله وعن العمل بما نهى عنه (جامع البيان فى تفسير القرآن جلد ۴ ص ۳۰)	تم معروف کا حکم دیتے ہو۔ یعنی کہ تم خدا اور اس کے رسولؐ پر ایمان اور اس کی شریعت پر عمل کا حکم دیتے ہو اور منکر سے منع کرتے ہو یعنی کہ تم خدا کے ساتھ شرک اس کے رسولؐ کی تکذیب اور جن چیزوں سے اس نے منع کیا ہے ان کے ارتکاب سے منع کرتے ہو۔

ملّا جیون فرماتے ہیں :-

تامرون بالمعروف اى بالايمان بمحمد والقرآن او بجميع الطاعات وتنهون عن المنكر اى عن الكفر وسائر المعاصى (التفسيرات الاحمديه ص ۱۲۴)	تم معروف کا حکم دیتے ہو یعنی محمدؐ اور قرآن پر ایمان کا حکم دیتے ہو۔ یا یہ کہ تم طاعتوں کا حکم دیتے ہو منکر سے منع کرتے ہو یعنی کفر اور تمام معصیتوں سے منع کرتے ہو۔

ان تصریحات کے بعد کوئی شخص اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ علماء امت کے نزدیک امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ لوگوں کو خدا اور رسولؐ اور قرآن کی طرف دعوت دی جائے اور شرک کفر اور انکار رسالت سے منع کیا جائے اور یہ بات تو سب ہی جانتے ہیں اور تسلیم کرتے ہیں کہ خدا کا دین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے انتہائی مخالف ماحول میں نازل ہوا۔ اس کا نظام اس وقت کے نظام سے اور اس کا مزاج اس وقت کے مزاج سے بالکل مختلف تھا۔ اس کا طریقہ کار عمل کی ان راہوں سے الگ تھا جن پر دنیا چل رہی تھی۔ لوگ اس سے نامانوس تھے اور اس کا نام سن کر گھبراتے تھے جو باہمت افراد اس کو قبول کرتے وہ اپنے حلقوں سے کٹ جاتے اور ماحول ان کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہ ہوتا۔ لیکن آہستہ آہستہ حالت بدلتی رہی اور لوگ خدا کے دین سے مانوس ہونے لگے۔ مختلف گروہوں سے کچھ کچھ کر اس کی طرف آنے شروع ہوئے اور اس کی جڑیں مضبوط ہوتی گئیں۔ اس دین کی خاطر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرامؓ نے بڑی قربانیاں دیں ایسی قربانیاں کہ تاریخ ان کی مثال پیش نہیں کر سکتی۔ وہ کمزور تھے تعداد کے لحاظ سے بہت تھوڑے اور بے سر و سامان تھے۔ اس کے بالمقابل ان کے دشمن ساز و سامان اور عددی قوت کے لحاظ سے بہت طاقتور تھے اور ہر طرف پھیلے ہوئے تھے لیکن اس کے باوجود آپؐ اور آپ کے صحابہؓ کبھی پست ہمت نہیں ہوئے۔ وہ صبر و استقلال کے ساتھ اپنے مخالفین کا مقابلہ کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ان پر غالب آگئے اور خدا کی زمین پر خدا کی حکومت قائم ہو گئی۔

پس یہ معلوم کرنے کی کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر دعوتی کام بھی ہے یا محض سیاسی کام ؟ سب سے بہترین صورت یہ ہے کہ خدا کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کارناموں پر نظر ڈالی جائے اور یہ دیکھا جائے کہ آپ نے امر بالمعروف کا فریضہ صرف اقتدار وحکومت کے بعد ہی انجام دیا تھا یا اس سے پہلے بھی انجام دیا تھا کیونکہ آپ کی ذات مقدس میں ہمارے لئے اسوۂ حسنہ ہے ۔ ہمیں آپ کے نقش قدم پر چلنا ہے ۔ اور وہی کام کرنا ہے جو آپ نے کیا تھا اس کا جواب ہمیں سورۂ اعراف میں ملتا ہے ۔ جس میں آپ کو امر بالمعروف کا حکم دیا گیا ہے ۔ سورۂ اعراف مکی ہے ۔ اس سورت میں امر بالمعروف کا حکم یہ ظاہر کر رہا ہے کہ امر بالمعروف غیر اسلامی ماحول میں تبلیغ دین کا نام ہے ۔ کیونکہ جب تک آپ مکہ معظمہ میں رہے خدا کے دین کی تبلیغ ہی فرماتے رہے اس وقت آپ حکمران نہیں تھے کہ ریاست کے ذریعے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فرض انجام دیتے ۔ یہ نہ صرف اس بات کی دلیل ہے کہ امر بالمعروف میں دعوت وتبلیغ بھی شامل ہے بلکہ اس بات کی بھی دلیل ہے کہ امر بالمعروف کا آغاز تبلیغ ودعوت ہی سے ہوتا ہے اس کی سیاسی حیثیت اس کے بعد شروع ہوتی ہے ۔ مذکورہ حکم جو سورۂ اعراف میں نازل ہوا تھا یہ ہے :۔

خذ العفو وامر بالعرف واعرض عن الجاهلين	درگذر کیجئے معروف کا حکم دیجئے اور جاہلوں سے اعراض کیجئے ۔

آیت میں عرف کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جو معروف کا ہم معنی ہے اور معروف جیسے کہ پہلے وضاحت کی گئی ہے ۔ خدا کے دین اور اس کی پوری شریعت کو کہتے ہیں ۔ یہ حکم آپ کو ایک ایسے ماحول میں ملا جس پر شرک کی حکومت تھی ۔ اور جو اپنے مزاج اور ساخت کے لحاظ سے سراسر توحید کے مخالف تھا ۔ چنانچہ آپ نے جب توحید کا اعلان کیا تو سارا ماحول دشمن بن گیا ۔ ہر طرف سے پر زور مزاحمت اور مخالفت شروع ہوگئی ۔ اور آپ کو اس قدر صدموں اور اذیتوں سے دوچار ہونا پڑا کہ اس کے تصور ہی سے روح کانپ جاتی ہے ۔ اس پس منظر میں امر بالمعروف کا مطلب واضح طور پر یہ ہے کہ حالات کی سنگینی اور نزاکت کے باوجود آپ خدا کا دین اس کے بندوں تک مسلسل پہنچاتے رہیں اور اس میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کریں ۔

یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ یہ دین کے کسی ایک پہلو کی تبلیغ کا حکم نہیں ہے بلکہ پورے دین کی تبلیغ کا حکم ہے ۔ دین کے کسی بھی حصے کو ہم اس حکم سے الگ نہیں کر سکتے ۔

امام ابن جریر طبری فرماتے ہیں :۔

ان الله امر نبيه صلى الله عليه وسلم ان يأمر الناس بالعرف وهو المعروف كلام العرب فمن المعروف صلة الرحم	" اللہ پاک نے اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ آپ لوگوں کو عرف کا حکم دیں ۔ کلام عرب میں " عرف " معروف کو کہتے ہیں اور معروف

من قطع واعطاء من حرم والعفو عن من ظلم وکلّ ما امر الله به من الاعمال اوندب الیه فهو من العرف ولم یخصص الله من ذلک معنی دون معنی فاحق فیه ان یقال قد امر الله نبیه صلی الله علیه وسلم ان یأمر عباده بالمعروف کله لا ببعض معانیه دون بعض - (جامع البیان فی تفسیر القرآن جز ۹ صہ ۹۸)

میں یہ بات بھی شامل ہے کہ جو ہم سے رشتہ توڑے ہم اس کے ساتھ رشتہ جوڑیں جو ہمیں محروم کردے ہم اس کا حق ادا کریں اور جو ہم پر زیادتی کرے ہم اس سے درگذر کریں۔ اور وہ تمام اعمال جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے یا جن کی اس نے ترغیب دی ہے معروف میں داخل ہیں۔ اللہ رب العزت نے اپنے اس ارشاد میں معروف کے کسی خاص اور محدود معنی کی تخصیص نہیں کی ہے۔ پس اس سلسلے میں جو صحیح بات کی جا سکتی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ وہ اس کے بندوں کو تمام معروفات کا حکم دیں نہ یہ کہ بعض کا حکم دیں اور بعض کا نہ دیں۔"

خازن اور بغوی نے امر بالمعروف کی تفسیر میں اسی خیال کی تائید کی ہے کہ یہ حکم اس پورے دین کی تبلیغ پر حاوی ہے جو خداوند تعالیٰ کی طرف سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ملا ہے۔

اس آیت میں صرف امر بالمعروف کا ذکر ہے نہی عن المنکر کا ذکر نہیں ہے۔ اسی طرح بعض آیات واحادیث میں صرف نہی عن المنکر کا ذکر ہے امر بالمعروف کا نہیں ہے لیکن یہ الفاظ کی حد تک ہے ورنہ امر بالمعروف کے حکم میں نہی عن المنکر اور نہی عن المنکر کے حکم میں امر بالمعروف خود بخود شامل ہے۔

علقمی کہتے ہیں :-

الامر بالشیٔ نہی عن الضدّہ (کسی چیز کا حکم دینا (حقیقت میں) اس کی ضد سے منع کرنا ہے) اسی طرح ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تغیر منکر کا تو حکم دیا ہے لیکن اس کی جگہ معروف کو قائم کرنے کا ذکر نہیں فرمایا آپؐ کا ارشاد ہے :-

"من رأیٰ منکم افلیغیرہ بیدہ الخ — جو کوئی تم میں سے منکر کو دیکھے تو اس کو ہاتھ سے بدل دے۔ الیٰ آخرہ

ملا علی قاری نے اس کی وجہ ان الفاظ میں بیان کی ہے لانّ النہی عن المنکر شامل له اذ النہی

(باقی ۵۳ پر)